Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم و تحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, ISSN (Online): 2618-1363

Issue 4,Vol 5,October-December,2023

شمارہ ۴، جلد ۵، اکتوبر۔دسمبر، ۲۰۲۳

انسانی حقوق اور حق آزادی کے تناظر میں میرا جسم میری مرضی کا نعرہ: شرعی جائزہ

Human Rights and Right to Freedom: A Shari'ah review of My body, My choice

اسد اللہ[1]

محمد عثمان یونس[2]

Keywords:
My body, My choice, Feminism, Human Rights Right to Freedom

Abstract:

Today, there are protests about women's rights, almost everywhere in the world. Under the pretence of granting Human Rights, they are demanding completely nakedness, and it is emphasized that women are oppressed in society in many ways. In addition, women are treated like mere slaves and are deprived of all rights.

As a result, we see non-governmental organizations dedicated to promoting women's rights consistently present legislative drafts at various intervals. These drafts include demands that women must be granted all their rights, i.e., that the rules and regulations placed on them by Islam be lifted. Women and men should live side by side and with complete freedom and ought to be treated equally.

The primary objective of this paper is to review the movement of feminism in general, and check the historical background of this feminist slogan "My body, My choice "in particular.

1 ۔ معلم، گورنمنٹ ہائی سکول سوات، خیبر پختون خوا۔

2 ۔ متخصص فی الفقہ والافتاء، طالب علم شعبہ اقتصاد ومالیات، بین الاقوامی یونی ورسٹی، اسلام آباد۔

تعارف:۔(Introduction)

آج تقریباً دنیا بھر میں حقوق نسواں کے حوالے سے جگہ جگہ مظاہرے کیے جا رہے ہیں، اور اس بات کو اُجاگر کیا جاتا ہے کہ عورت پر معاشرے میں طرح طرح کا ظلم کیا جارہاہے، اور ان کو بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اس حوالے سے کام کرنے والی تنظیمیں مختلف اوقات میں آزادی نسواں کے بارے میں قانونی مسودے بھی پیش کرتی رہتی ہیں، ان مسودوں میں حکومتوں سے یہ مطالبات کیے جاتے ہیں کہ خواتین کو ان کے بنیادی انسانی حقوق آزادی، مساوات اور رائے دہی کو تحفظ دیں۔

معاشرے کا وہ طبقہ جو مغرب کے ہر ڈھنگ سے متاثر ہے، غیر سرکاری تنظیموں کے منشور ان کے ذہن میں شکوک وشبہات کو بڑھا رہے ہیں، یہ غلط فہمی پھیلائی جاتی ہے کہ اسلام عورت کی آزادی کا مخالف ہے، عورت کو مساوی حقوق حاصل نہیں۔ یہی وہ بنیادی دعوی ہے، جس کی آڑ میں یہ تنظیمیں سراپا احتجاج ہوتی ہیں۔ اس لیے یہ ضرورت محسوس کی گئی کہ حقوق نسواں کے حوالے سے آج کے نوجوان کے ذہن سے شکوک وشبہات کو دور کیا جائے اور اسلام نے جو حقوق عورت کو دیے ہیں، ان کے مختلف پہلوؤں کو واضح کیا جائے۔

میرا جسم میری مرضی: پس پردہ محرکات۔

اصل بحث شروع کرنے سے پہلے یہ بات جاننا ضروری ہے کہ ”میرا جسم میری مرضی“ کے نعرہ کا مطلب اور پس منظر کیا ہے؟ ان الفاظ سے تین باتیں مترشح ہوتی ہیں:

۱۔ پہلی بات کا تعلق عقیدے سے ۲۔ دوسری بات کا تعلق انسانی حقوق سے ۳۔ تیسری بات کا تعلق آزادی نسواں سے ہے۔

اس نعرہ کا مطلب عورتوں کی مکمل آزادی ہے۔ مذہب سے آزادی، دین سے آزادی، باپ سے آزادی، شوہر سے آزادی، نکاح سے آزادی یعنی یہ نعرہ اپنے اطلاقی پہلو میں ہر طرح کی آزادی کو شامل ہے۔ اس نعرے کے پیچھے وقتاً فوقتاً مختلف تحریکات اور تنظیموں کا کردار رہاہے، جو مختلف اوقات میں مختلف نعروں کے ساتھ سامنے آئی ہیں، ان تحریکات کا تعارف یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

فیمنزم(Feminism) کی اصطلاح:

”میرا جسم میری مرضی“ نے جس کوکھ سے جنم لیاہے، وہ فیمینزم ہے۔ نسوانیت پسندی (Feminism) کی اصطلاح سے کیا مراد ہے؟ اور کیا ایک ایسی قابل عمل تعریف پیش کرنا ممکن ہے، جس کا اطلاق مختلف تناظر اور ادوار پر کیا جاسکے۔ بعض کی نظر میں یہ عورتوں کے حقوق کا مطالبہ یا نسوانی خود مختاری کی جدوجہد ہے، جبکہ دیگر ماہرین کے ہاں یہ تحریک مردانہ بالادستی پر تنقید میں عورتوں کو باہم جوڑ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا نام ہے۔[3] آکسفورڈ ڈکشنری میں ہے کہ:

3۔ جون ہانام، مترجمین: یاسر جواد، سعدیہ جواد، عورتوں کی تحریک آزادی (لاہور: الفیصل ناشران، 2017)، ص19۔

" Feminism. The belief and aim that woman should have the same rights and opportunities as men; the struggle to achieve this aim[4]"

تحریک نسواں کہ مقصد یہ ہے کہ عورتوں کو بھی مردوں جیسے حقوق اور مواقع حاصل ہو۔اور اس مقصد کے حصول کے لیے جو تحریک برپا کی گئی،وہ فیمنزم کہلاتی ہے۔کیمرج ڈکشنری میں ہے کہ:

"Feminism: an organized effort to give women the same economic, social and political rights as men"[5]

لفظ Feminism کی ابتدا

لفظ Feminism انیسویں صدی کے آخر میں فرانس میں سیاسی مباحثات کے دوران استعمال کیا گیا،اور خود کو féministe قرار دینے والی پہلی عورت فرانس میں حق رائے دہی کی کارکن ہیوبر ٹائن آکلر تھی۔انیسویں صدی میں اس سے پہلے صرف "عورت تحریک"، "عورتوں کی تحرک" یا "عورتوں کے حقوق" کی اصطلاح ہی استعمال کی جاتی تھی۔1900ء کے بعد یورپ میں لفظ فیمنزم زیادہ عام سطح پر رائج ہو جانے کے بعد بھی عورتیں خود کو فیمنسٹ کی بجائے حقِ رائے دہی کی حامی (suffragists) کہلوانے کو ترجیح دیتی تھیں۔کچھ صورتوں، مثلاً 1910ء کے بعد یوایس میں فیمنزم کی اصطلاح اُن لوگوں نے استعمال کی جو خود کو "عورت تحریک" سے الگ کرنا چاہتے تھے جس میں حقِ رائے دہی اور مساوی حقوق پر اصرار کیا جاتا تھا۔فیمنزم کی اصطلاح کو ترجیح اِس لئے دی گئی، کیوں کہ یہ صنفوں کے درمیان، بالخصوص خاندان کے اندر تعلقات میں ایک دور رس انقلاب کا مفہوم رکھتی تھی۔

فیمنزم کا تاریخی پس منظر

فیمنزم مختلف ادوار پر مشتمل ہے:

پہلا دور: 1848ء تا 1920ء میں جو تحریک شروع ہوئی، اس میں انہوں نے یہ مطالبات کئے، کہ عورتوں کے تعلیم، وراثت اور شہریت کے حق کو قانونی حیثیت ملنی چاہئے۔لیکن اس زمانے میں جو خواتین اس پہلے دور میں شریک تھیں، ان کے یہ مطالبات صرف اور صرف سفید فام (White Women) خواتین کے لئے تھے۔نہ کہ سیاہ فام۔[6]

پہلے دور میں درپیش مسائل:

فیمنزم نے اس دور میں خواتین کے جن درپیش مسائل کے لیے جدوجہد کی ہے، وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1. امتیازی سلوک "Discrimination"

4-Oxford Learner's Dictionary,10th ede, New York: Oxford University Press, 2007.

5-Cambridge Dictionary,7th, Cambridge University Press,2006,

6 ۔عبدالحئی ابڑو، میراث ووصیت کے شرعی ضوابط (اسلام آباد: شریعہ اکیڈمی، 2017)، ص22۔

2. آزادی "Emancipation"

3. مساوات "Equality"

یہ پہلے دور کے اہم مسائل ہیں، جس سے فیمنزم کی بنیاد پڑی۔

دوسرا دور: فیمنزم کا دوسرا دور 1960ء سے 1970ء تک یا بعض کے مطابق 1980ء تک تھی۔ اس دوسرے دور کی ضرورت کیا تھی؟ کیا وجہ تھی کہ فیمنزم کا دوسرا دور شروع ہو گیا؟ اس دور کے شروع ہونے کی وجوہات جاننے کے لیے ہمیں دوسری عالمی جنگ کے دور میں جانا پڑے گا۔ اس جنگی کاوش میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کے نتیجے میں عورتوں کی توقعات بہت بلند ہو گئی تھیں۔ فرانس (1944ء) اور اٹلی (1945ء) میں عورتوں نے طویل جدوجہد کے بعد اپنا ووٹ کا حق حاصل کیا، جبکہ جنگ کے بعد آزادی کی فضا میں نسوانیت پسندوں نے عورتوں کے لیے مکمل سول حقوق کا مطالبہ کیا۔ مثلاً فرانس میں قبل از جنگ حقِ رائے دہی کا مطالبہ کرنے والی، مزاحمتی کارکنان اور کیتھولک عورتوں نے مل کر یقینی بنایا کہ فرانس کے نئے آئین میں ماؤں اور بچوں کو تحفظ ملنے کے ساتھ ساتھ عائلی قانون یا فیملی لا سمیت زندگی کے تمام شعبوں میں جنسی برابری کی شق شامل ہو۔ 1950ء و 1960ء کی دہائیوں میں وہ طلاق، زناکاری اور اسقاطِ حمل کے متعصبانہ قوانین کا نشانہ بنیں۔ پھر بھی عورتیں خاموش نہ رہیں۔ اس سلسلے میں سیمون دی بووا کی کتاب "دی سیکنڈ سیکس" (1949ء) خاص طور پر متاثر کن کتاب تھی۔

دوسرے دور کے مسائل:

فیمنزم نے اپنے دوسرے دور میں جس بات کو شدت سے پیش کیا، اور اسے بنیادی انسانی حقوق کا حصہ قرار دیا، وہ یہ ہیں:

1. ظلم و جبر کا خاتمہ "Oppression"
2. آزادی "Emancipation"
3. تفریق کا خاتمہ "Difference"

تیسرا دور: نسوانیت کا تیسرا دور خواتین کی کارکردگی اور مطالعے کا احاطہ کرتا ہے۔ یہ 1990ء کی دہائی کے اوائل میں ریاست ہائے متحدہ امریکا میں شروع ہوا، اور 2010ء کی دہائی کے اختتام تک جاری رہا۔ تیسرا دور دراصل دوسرے دور کی ناکامیوں اور ساٹھ، ستر اور اسی کی دہائیوں میں کیے جانے والے اقدامات اور تحریکوں کے ردعمل کے طور پر سامنے آیا۔ یہ دور نسوانیت کو مزید وسعت دیتے ہوئے عورتوں کو مختلف شناختوں کے ساتھ اپنے ساتھ شامل کرتا ہے۔ اور یہ پہچانتے ہوئے کہ عورتیں "مختلف رنگ، نسل، اقوام اور ثقافتی پس منظر رکھتی ہیں" پس اسے ایک طرح سے دوسرے دور کا ردعمل یا اس کا تسلسل کہا جاسکتا ہے۔ 1989ء میں تیسرے دور کے آغاز سے تھوڑا پہلے انقطاع کے ساتھ جڑا ہوا تصور متعارف کرایا گیا، لیکن یہ تصور اس دور کے دوران مقبول ہوا۔[7]

7۔ وکی پیڈیا، تاریخ نسائیت، رسائی: 29 نومبر 2021ء، https://ur.wikipedia.org/wiki/تاریخ_نسائیت#تیسری_لہر

تیسرے دور کے مسائل:

فیمنزم کا تیسرا دور اپنے نظریے کو ثابت کرنے کے لئے مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتا ہے:

1. ثنائی اصطلاحات کا خاتمہ: جیسے مرد / عورت، جنس / صنف اور مذکر / مؤنث۔ کیوں کہ یہ غیر عالم گیر Non-Universal تھی۔
2. تقطیع اور تخفیف "Intersectionality"
3. ثقافتی رشتہ داری "Cultural Relativism"
4. کثرت اور تنوع "Plurality and Diversity"

فیمنزم کے یہ تین مشہور دوریں ہیں ان کا موازنہ کیا گیا ہے بطور خلاصہ کے۔

Comparison			
	First-Wave	Second-Wave	Third-Wave
Main Issue اہم مسئلہ	Discriminationامتیاز	Oppressionجبر	Marginalizationحاشیہ بندی
Solution حل	Emancipationآزادی قانونی	Liberationآزادی اپنی مرضی کی	Inclusionشمولیت
Approachنقطہ نظر	Equalityمساوات	Differenceفرق	Diversityتنوع

فیمنزم کے لیے کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیمیں

1. **ایمنسٹی انٹرنیشنل:** "میرا جسم میری مرضی" نعرہ کے پس پردہ محرکات میں سے ایمنسٹی انٹرنیشنل تنظیم بھی ہے، یہ ایک غیر سرکاری تنظیم ہے، جو لندن میں 1961ء کو وجود میں آئی, اس تنظیم کا کام انسانوں کو حقوق دینا ہے۔ یہ پناہ گزینوں کے حقوق، عورتوں کے حقوق، بچوں اور اقلیتوں کے حقوق کے بارے میں بات کرتی ہے اسی طرح تشدد کے خاتمے، سزائے موت، قیدیوں کے حقوق اور انسانیت کے وقار کا تحفظ کرتی ہے۔[8]
2. **اپوا:** (APWA) آل پاکستان ویمنز ایسوسی ایشن(All Pakistan Women's Association)اس تنظیم نے مخلوط نظام معاشرہ قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی۔ اس تنظیم کی پہلی سرپرست اعلیٰ بیگم خواجہ ناظم الدین اور محترمہ فاطمہ جناح قرار پائیں، جبکہ بیگم رعنا لیاقت علی خان کو اس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے "سول اینڈ ملٹری گزٹ لاہور، ۲۹ جنوری ۱۹۴۹ء" کا

8۔ وکی پیڈیا، ایمنسٹی انٹرنیشنل، رسائی: 29 نومبر 2021، https://simple.wikipedia.org/wiki/Amnesty_International

حوالہ دے کر لکھتے ہیں کہ "۲۸ جنوری ۱۹۴۹ء کو کشمیر کے پناہ گزینوں کو مخاطب کرتے ہوئے بیگم راعنا لیاقت علی خان اپنی تقریر میں فرماتی ہیں:

"اب وہ وقت نہیں رہا کہ مسلمان عورتیں گھروں کی چار دیواری میں بند بیٹھی رہیں۔ اب اُنہیں خوابِ غفلت سے بیدار ہونا ہو گا، اور گھروں سے نکل کر مردوں کے شانہ بہ شانہ قوم کی فلاح و بہبود کے کاموں میں حصہ لینا ہو گا، اور مردوں کو بھی چاہیئے کہ وہ اپنی عورتوں کی راہ میں حائل نہ ہوں، وہ اُنہیں اس بات کا موقع دیں، کہ وہ ان فنون کو سیکھ سکیں، جن کی اہلیت ان کے اندر پائی جاتی ہو"[9]

3. **عورت فاؤنڈیشن:** اس تنظیم کی بنیاد ۱۹۸۶ء کو رکھی گئی۔ یہ اسلام آباد پاکستان میں قائم خواتین کے حقوق کی ایک تنظیم ہے۔ یہ تنظیم بھی پاکستان میں خواتین کی وکالت کرتی ہے اور خواتین کے مسائل کے لیے کام کرتی ہے۔

پاکستان میں حقوق نسواں کا پہلا نعرہ:

حقوق نسواں کے متعلق جو مہم چلی آ رہی ہے۔ اس کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ پاکستان کی تاریخ ہے۔ پاکستان بنتے ہی حقوق نسواں سے متعلق ہر سطح پر آوازیں بلند ہوئیں جیسا کہ لیاقت علی خان نے ایک موقع پر عورتوں کی آزادی کے بارے میں فرمایا:

"میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں عورتوں کے لیے مکمل آزادی کے معاملے میں آپ سے متفق ہوں۔ مرد عورتوں کو آزادی دئے جانے کے خلاف نہیں ہیں۔ جو بعض مرد اس کے بظاہر مخالف معلوم ہوتے ہیں، انہیں در اصل کچھ منفرد غلط مثالوں نے متذبذب بنا دیا ہے، آپ لوگوں کو آزادی صحیح طور پر استعمال کرنی چاہئے۔"[10]

اقوام متحدہ انسانی حقوق کے چارٹر کا تعارف

پہلی جنگ عظیم میں بہت سی تباہی ہوئی، اس کے بعد ایک ادارہ "انجمنِ اقوام"(League of Nations) کے نام پر بنا۔ اس کے وجود کا جواز یہ ہے کہ جب کسی ملک میں عوام ایک دوسرے سے لڑتے ہیں، تو پولیس ثالثی کا کردار ادا کر کے دونوں کے مابین صلح کی کوشش کرتی ہے، اور جب ادارے آپس میں لڑ پڑیں، تو پھر یہ عدلیہ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ ان کے مابین صلح کرائے۔ پہلی جنگ عظیم کے موقع پر مختلف ممالک کے درمیان جنگ ہوئی، تو سوال پیدا ہوا کہ ان کے درمیان ثالثی کا کردار کون ادا کرے گا؟ تو یہاں ایک ایسے ادارے کی ضرورت محسوس ہوئی جب کہ ممالک آپس میں لڑیں تو ان کے مابین ثالثی کا کردار ادا کر کے ان کے مابین تنازعات کو ختم کرے اور ان کے مابین صلح کرے۔ اسی مقصد کے لیے "انجمن اقوام" کا وجود عمل میں لایا گیا۔ لیکن یہ تنظیم کچھ عرصہ چلی اور ناکام ہو گئی۔

9۔ امین احسن اصلاحی، پاکستانی عورت دوراہے پر، (لاہور: مرکزی انجمن خدام القرآن، 2017)، ص9۔

10۔ امین احسن اصلاحی، پاکستانی عورت دوراہے پر، ص6۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد 1945ء کو اقوام متحدہ بنی۔ اقوام متحدہ کا مقصد اقوام اور ممالک کے درمیان تنازعات کو حل کرنا، تصادم، ٹکراؤ اور جھگڑوں کے امکانات کو روکنا، اگر جھگڑا ہو جائے تو درمیان میں ثالثی اور تحکیم کا کردار ادا کر کے صلح کروانا۔ لیکن اقوام متحدہ نے اس بات پر غور کیا کہ جھگڑے کیوں ہوتے ہیں؟ کون سے اسباب اور وجوہ جن سے تصادم ہوتا ہے؟ ان کے لیے کچھ ایسے قواعد و ضوابط وضع ہونے چاہئے، جس میں عدل وتعدی، صحیح اور غلط اور انصاف وظلم کی اچھی طرح نشاندہی ہو جائے۔ چنانچہ انہوں اپنی زندگی کے تجربات اور لوگوں میں تنازعات پیدا ہونے کے اسباب مد نظر رکھ کر ایک چارٹر منظور کیا اور یہ لازم قرار دیا گیا کہ اب دنیا کے تمام تنازعات، مقدمات اور معاملات اس منشور کی بنیاد پر حل کیے جائیں گے لہذا اس منشور کو بین الاقوامی دستور کی حیثیت حاصل ہے۔

اقوام متحدہ کے چارٹر کی تمہید

اقوام متحدہ کے منشور میں انسانی حقوق کا خیال رکھتے ہوئے اس کے متن میں انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام کا بار بار اعادہ کیا گیا ہے۔ چارٹر کا آغاز ہی اس توثیق سے ہوتا ہے۔

> Whereas recognition of the inherent dignity and of the equal and inalienable rights of all members of the human family is the foundation of freedom, justice and peace in the world[11]

اقوام متحدہ عالم کے مابین برابری کے حقوق اور عوام کی خود ارادیت کی بنیاد پر باہمی دوستانہ تعلقات کو فروغ دیا جائے، اور اس کے حصول کے لیے بین الاقوامی تعاون کی فضا پیدا کی جائے اور ایسا وقت ہو گا جب انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کو بلا امتیاز نسل، جنس، زبان اور مذہب فروغ حاصل ہو گا۔

دفعہ نمبر ا

تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔ انہیں ضمیر اور عقل ودیعت ہوئی ہے۔ اس لیے انہیں ایک دوسرے کے ساتھ بھائی چارے کا سلوک کرنا چاہیے۔

دفعہ نمبر ۲

1. ہر شخص ان تمام آزادیوں اور حقوق کا مستحق ہے، جو اس اعلان میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدے، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔
2. اس کے علاوہ جس علاقے سے جو شخص تعلق رکھتا ہے اس کی سیاسی کیفیت کا دائرۂ اختیار یا بین الاقوامی حیثیت کی بنا پر اس سے کوئی امتیازی سلوک نہیں کیا جائے گا، چاہے وہ ملک یا علاقہ آزاد ہو یا تولیتی ہو یا غیر مختار ہو یا سیاسی اقتدار کے لحاظ سے کسی دوسری بندش کا پابند ہو۔

11۔ ***Universal Deceleration of Human Rights***, New Yark: UNO Press, 2015, P4-5.

دفعہ نمبر۱۶

1. بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی ایسی پابندی کے جو نسل، قومیت یا مذہب کی بنا پر لگائی جائے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔
2. نکاح فریقین کی پوری اور آزاد رضامندی سے ہو گا۔
3. خاندان، معاشرے کی فطری اور بنیادی اکائی ہے، اور وہ معاشرے اور ریاست دونوں کی طرف سے تحفظ کا حق دار ہے۔

دفعہ نمبر۱۸

ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر، آزادی مذہب کا پورا حق ہے۔ اس حق میں مذہب یا عقیدے کو تبدیل کرنے، پبلک یا نجی طور پر تنہا یا دوسروں کے ساتھ مل کر عقیدے کی تبلیغ، عمل، عبادت اور مذہبی رسوم پوری کرنے کی آزادی بھی شامل ہے۔

دفعہ نمبر۲۵

1. ہر شخص کو اپنی اور اپنے اہل وعیال کی صحت اور فلاح وبہبود کے لیے مناسب معیار زندگی کا حق ہے، جس میں خوراک، پوشاک، مکان اور علاج کی سہولتیں اور دوسری ضروری معاشرتی مراعات شامل ہیں۔ اور بے روزگاری، بیماری، معذوری، بیوگی، بڑھاپا، ان حالات میں روزگار سے محرومی جو اس کے قبضہ قدرت سے باہر ہوں، کے خلاف تحفظ کا حق حاصل ہے۔
2. زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں۔ تمام بچے خواہ وہ شادی سے پیدا ہوئے ہوں یا شادی کے بغیر معاشرتی تحفظ سے یکساں طور پر مستفید ہوں گے۔

دفعہ نمبر۲۶

1. ہر شخص کو تعلیم کا حق ہے۔ تعلیم مفت ہو گی کم سے کم ابتدائی اور بنیادی درجوں میں، ابتدائی تعلیم لازمی ہو گی۔ فنی اور پیشہ وارانہ تعلیم حاصل کرنے کا عام انتظام کیا جائے گا اور لیاقت کی بنا پر اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا سب کے لیے مساوی طور پر ممکن ہو گا۔
2. تعلیم کا مقصد انسانی شخصیت کی پوری نشوونما ہو گا، اور وہ انسانی حقوق اور بنیادی آزادیوں کے احترام میں اضافہ کرنے کا ذریعہ ہو گی۔ وہ تمام قوموں اور نسلی یا مذہبی گروہوں کے درمیان باہمی مفاہمت، رواداری اور دوستی کو ترقی دے گی، اور امن کو برقرار رکھنے کے لیے اقوام متحدہ کی سرگرمیوں کو آگے بڑھائے گی۔
3. والدین کو اس بات کے انتخاب کا اولین حق ہے کہ ان کے بچوں کو کس قسم کی تعلیم دی جائے گی۔

دفعہ نمبر۲۸

ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام میں شامل ہونے کا حق دار ہے، جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں پیش کر دیے گئے ہیں۔

دفعہ نمبر۲۹

1. ہر شخص پر معاشرے کے حقوق ہیں کیونکہ معاشرے میں رہ کر ہی اس کی شخصیت کی آزادانہ اور پوری نشوونما ممکن ہے۔
2. اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہوگا، جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرانے کی غرض سے، یا جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کیے گئے ہیں۔
3. یہ حقوق اور آزادیاں کسی حالت میں بھی اقوام متحدہ کے مقاصد اور اصول کے خلاف عمل میں نہیں لائی جاسکتیں۔

دفعاتِ آزادی اظہار رائے، مذہب اور مرد وزن کی مساوات کا تجزیہ

دفعہ نمبر1

اس دفعہ میں بات اصولاً صحیح ذکر ہوئی ہے، کیونکہ اسلامی تعلیمات سے ہمیں بھی انسانوں کے ساتھ مساوات کا درس ملتا ہے۔ایک مثال ان میں سے یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں ایک گورنر نے کسی کو بلاوجہ مارا تو عمرؓ نے کہا کہ" متی استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمّهاتهم أحرارا؟"[12] تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنالیا ہے ان کی ماؤں نے تو ان کو آزاد جنا تھا؟

عزت وتکریم کے لحاظ سے تمام انسان برابر پیدا ہوئے ہیں، لیکن موت تک سب برابر نہیں ہیں، انسان کے حالات بدلتے رہتے ہیں اور جس میں زیادہ تقوی ہوگا، وہ اللہ کے قریب تر بندہ شمار ہوگا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾[13] ہمارے ہاں تکریم کی بنیاد تقوی پر ہے۔ مجرم اور غیر مجرم کی تکریم برابر نہیں ہے۔یہ ہمارے دین کے اصولوں میں ہے۔دین اسلام میں قتل کا مجرم، زنا کا یا معاشرے میں کسی اور جرم کا مجرم ہو وہ بے گناہ شخص کی طرح عزت وتکریم کا مستحق نہیں کہلاتا ہے، جب کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ بے گناہ شخص کی طرح ہی تکریم کا مستحق ہے۔اس لیے یہ لوگ کہتے ہیں کہ مجرم کو ایسی سزا نہیں دی جائے گی جس سے اس کی تذلیل ہوتی ہو، اور کہتے ہیں کہ انسان ہر حال میں تکریم کا مستحق ہے چاہے مجرم ہو یا غیر مجرم۔اگر دونوں برابر ہوں گے تو جرم کو ختم کرنا ممکن نہیں ہوگا۔اسلامی تعلیمات کو مد نظر رکھ کر" لا فضل لعربي على أعجمي ولا لعجمي على عربي ولا لأحمر على أسود ولا أسود على أحمر إلا بالتقوى"[14] عربی کو عجمی اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں ہے اور نہ ہی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر۔ہاں! اگر ہے تو صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔یعنی کردار کے اعتبار سے تو ایک آدمی کا دوسرے آدمی میں فرق ہے۔لیکن مجرم وغیر مجرم کے لیے کوئی تکریم نہیں ہے۔

12۔ عبدالرحمن بن عبداللہ بن عبدالحکم، أبو القاسم المصري، فتوح مصر والمغرب(مصر:مكتبة الثقافة الدينية، 2020)، ص195۔

13۔ القرآن، 13:49

14۔ احمد بن حنبل ابو عبداللہ شیباني، مسند الإمام أحمد بن حنبل، قاہرہ: مؤسسة قرطبة، 2019)ج:5، ص:411، ح:23536۔

دفعہ نمبر2

اصولاً یہ شق بھی ٹھیک ہے کہ تمام حقوق سب کے لیے برابر ہیں۔ امریکی، برطانوی، افریقی اور پاکستانی میں کوئی فرق نہیں ہے، کالے اور گورے کا کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ اسلامی تعلیمات میں بھی ہے کہ " لا فضل لعربي على أعجمي ولا لعجمي على عربي ولا لأحمر على أسود ولا أسود على أحمر "کوئی غلام ہو، کوئی آزاد ہو تمام کے لیے حقوق برابر ہیں۔ اسی طرح مذہب کی بھی آزادی ہے کہ کسی پر کسی مذہب کا کوئی اثر نہیں ہے، بلکہ انسان کے لیے آزادی ہے، جو بھی مذہب چاہے اختیار کرے کر سکتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ﴾[15] "دین کے معاملے میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے" لہٰذا مذہب کی آزادی اسلامی نقطہ نظر سے ٹھیک ہے۔

دفعہ نمبر16

اس دفعہ میں خاندانی نظام کا ڈھانچہ ذکر کیا گیا ہے۔ چونکہ پاکستان بھی اقوام متحدہ کا رکن ہے، لہٰذا اس اعتبار سے دفعہ قابل غور ہے، اور وطن عزیز میں اس کی وجہ سے جو برائیاں جنم لیتی ہیں، اُس پر گفتگو کی ضرورت ہے۔ نکاح کو بالغ لڑکے اور عورت کا حق قرار دیا گیا ہے، گویا کہ نابالغ لڑکے اور لڑکی کا نکاح قبول نہیں ہے

دفعہ نمبر18، 19

دفعہ نمبر ۱۸ اور ۱۹ کو آزادی مذہب اور آزادی رائے کے حقوق سے مسمی کیے جاتے ہیں۔ لہٰذا تفصیل سے گفتگو کی ضرورت ہے اس لیے کہ ان دو دفعات پر اسلام اور مغرب کے مابین دو بڑے تنازعات ہیں۔ ایک تنازعہ آزادی مذہب کا اور دوسرا تنازعہ آزادی رائے کے عنوان سے ہے۔ ان لوگوں کو مسلمانوں پر اعتراض ہے کہ کیا مسلمان اپنے ملک میں قرآن کریم کے کسی حکم کے خلاف کسی شخص کو رائے کا حق دیتے ہیں؟ کیا مسلمان رسول اکرم ﷺ کے بارے میں منفی رائے رکھنے کا حق دیتے ہیں؟ اگر کوئی خدا اور مذہب کے خلاف کچھ بات کہے تو کیا مسلمان اس کو یہ حق دیتے ہیں؟

اہل مغرب کا یہ ماننا کہ مذہب صرف ہر انسان کی اپنی ذاتی رائے پر صوابدید ہے، حکومت اور ریاست کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ اس میں مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ اگر کسی کی خدا اور رسول ﷺ کے خلاف رائے قائم ہو گئی ہے تو آپ اُس کو یہ روکنے کا حق کیسے حاصل ہے؟ اگر کوئی شخص قرآن ورسول ﷺ کی کسی بات سے مطمئن نہیں اور اس کے خلاف وہ اپنی ذاتی رائے قائم کرتا ہے، تو آپ کو اس کو اس سے روکنے کا حق کیسے حاصل ہے؟ یعنی آزادی رائے کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص کوئی بھی رائے، کوئی بھی فکر، کسی بھی قسم کے خیالات قائم کرے اور پھر ان کی تبلیغ کرنا چاہے تو یہ اس شخص کا حق ہے۔

دفعہ نمبر ۱۸ میں یہ بات ذکر ہے کہ فرد کو مکمل آزادی حاصل ہے، اور اس کے مذہب کے حوالے سے ریاست اور حکومت کا کوئی دخل نہیں ہوگا۔ یہ بات اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے اس لیے کہ جو بھی مسلمان اپنا مذہب بدل دیتا ہے، تو اسلام کے حکم کے مد نظر اسے مطمئن کرنے کے لیے تین دن کی مدت دی جاتی ہے، اگر اس کے شکوک وشبہات ختم ہو جائے اور واپس مسلمان ہو جائے، تو اس کے ساتھ

15۔ القرآن، 2:256۔

معاملہ مسلمانوں جیسا ہو گا اور اگر شکوک و شبہات کے ختم ہونے کے بعد پھر بھی اپنے مذہب کو واپس نہیں آتا، تو پھر اس کو قتل کیا جائے گا۔ یہاں مغربی اور اسلامی تعلیمات میں بنیادی فرق ہے کہ مغرب کہتا ہے کہ اُس کو یہ آزادی ہے کہ اگر مذہب بدلتا ہے، تو بدل دے کیونکہ یہ اُس کے ذاتی معاملات ہیں، اس میں حکومت وریاست کا کوئی عمل دخل نہیں، لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اس کی سزا قتل ہے۔

دوسرا تنازعہ عالم اسلام اور مغرب کے مابین ہے وہ آزادی رائے کا ہے۔ اصولاً اس سے اسلام کا کوئی اختلاف دکھائی نہیں دیتا۔ انسان میں کچھ خصوصیات ہیں، جن کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات ٹھرایا گیا ہے، اور ان خصوصیات میں سے ایک بہت نمایاں خصوصیت جو انسانی معاشرے کی پہچان بنتی ہے، وہ اظہار رائے کی آزادی ہے، لیکن اس آزادی کو کچھ حدود وقیود سے ذکر کیا گیا ہے۔[16]

اظہار رائے کی آزادی میں حق تقریر، حق رائے، اختلاف اور تنقید شامل ہے:﴿ يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ‌ۚ-فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِؕ-ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾[17]" اے لوگو جو ایمان لائے ہوئے، اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اُن لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ہوں، پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع ہو جائے تو اسے اللہ اور رسول کی طرف پھیر دو اگر تم واقعی اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہی ایک صحیح طریق کار ہے، اور انجام کے اعتبار سے بھی بہتر ہے "اس آیت میں تنازعات کو قانونی الہٰی کو روشنی میں حل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کیوں کہ انسانی قوانین میں لازماً کوئی نہ کوئی کمی اور غلطی موجود ہوتی ہے، اور اختلاف آتا ہے، تو اس اختلاف کو دور کرنے کے لیے قانون الہٰی کی طرف رجوع کرنا اور اختلاف کو حل کرنا بتایا گیا ہے، لیکن اقوام متحدہ کے اس دفعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مذہب اور مذہبی شخصیات سے اختلاف اور ان پر تنقید بھی آزادی رائے کا حصہ ہے، اور اس کو جرم قرار دے کر اس پر موت کی سزا مقرر کرنا آزادی رائے اور آزادی ضمیر کے انسانی حق کے منافی ہے۔

یہ بات ایک مغالطے کے سوا کچھ نہیں اس لیے کہ اختلاف رائے ایک الگ چیز ہے اور توہین ایک الگ چیز۔ مسلمانوں نے ہمیشہ علمی اختلاف کا علمی انداز سے جواب دیا ہے۔ صدیوں سے مستشرقین اسلام پر، اسلامی تعلیمات پر، قرآن پر، نبی اکرم ﷺ پر اور نبی اکرم ﷺ کے کردار پر مختلف قسم کے اعتراضات کرتے ہیں اور مسلمان ان کے جوابات علمی انداز سے دیتے ہیں، لیکن جناب نبی اکرم ﷺ پر، اسلام پر، قرآن پر یا اسلام کے دیگر شعائر پر اعتراضات اور ان کی توہین برداشت نہیں کرسکتے۔ لہٰذا دفعہ نمبر ۱۹ اس اصول کہ "توہین مقصد ہو" اسلامی تعلیمات کے مخالف ہے اور یہ بات ان کے انسانی منشور کی تمہید کے بھی خلاف ہے اس لیے کہ وہاں لکھا گیا ہے کہ "چونکہ اقوام متحدہ کی ممبر قوموں نے اپنے منشور میں بنیادی انسانی حقوق، انسانی شخصیت کی حرمت اور قدر اور مردوں اور عورتوں کے مساوی حقوق کے

16-Rehman, Habib and Shahzad, Muhammad Asghar, ***Role of Women in Islamic Trade & Finance: Past & Present*** (November 19, 2017). Two Days International Conference on "**The Contribution of Women to Various Discourses of Islamic Studies in Contemporary Times**" organized by Faculty of Usuluddin (Female Campus) International Islamic University, Islamabad in collaboration with Iqbal International Institute for Research, 27-28 Februa, Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=3073921 -

17 - القرآن،59:4۔

بارے میں اپنے عقیدے کی دوبارہ تصدیق کر دی ہے اور وسیع تر آزادی کی فضا میں معاشرتی ترقی کو تقویت دینے اور معیار زندگی کو بلند کرنے کا ارادہ کر لیا ہے" بہر حال یہ انسان کے خود ساختہ قوانین ہیں یہ کمی اور غلطی سے قطعاً خالی نہیں ہو سکتے۔

دفعہ نمبر25

اس دفعہ کی دوسری شق میں یہ بات ذکر ہے کہ زچہ اور بچہ خاص توجہ اور امداد کے حق دار ہیں، اور اگر بچہ شادی کے نتیجے میں ہو یا شادی کے بغیر ہو دونوں صورتوں میں یکساں سلوک کے حق دار ہیں۔ بچے کے ساتھ دونوں صورتوں میں یکساں سلوک کرنے کا اسلام نے پہلے سے حکم دیا ہے، لیکن زچہ کے ساتھ دونوں صورتوں میں یکساں سلوک کرنا اسلامی نقطہ نظر سے ٹھیک نہیں ہے۔ شادی کے بغیر جنم دینے والی زچہ اور اس کے ساتھ ناجائز تعلق قائم کرنے والا مرد دونوں اسلام کی نظر میں مجرم ہیں اور ان کے لیے سزا مقرر ہے۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ "غامد قبیلے کی عورت آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں نے زنا کیا ہے، مجھے پاک کیجئے۔ آپ نے اسے واپس بھیج دیا، جب اگلا دن ہوا، اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ مجھے واپس کیوں بھیجتے ہیں؟ شاید آپ مجھے بھی اسی طرح واپس بھیجنا چاہتے ہیں جیسے ماعز رضی اللہ عنہ کو بھیجا تھا، اللہ کی قسم! میں حمل سے ہوں۔ آپ نے فرمایا:" إما لا فاذهبي حتى تلدي " اگر نہیں (مانتی ہو) تو جاؤ حتی کہ تم بچے کو جنم دے دو۔ کہا: " فلما ولدت أتته بالصبي في خرقة "جب اس نے اسے جنم دیا تو بچے کو ایک بوسیدہ کپڑے کے ٹکڑے میں لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا: " قالت هذا قد ولدته "یہ ہے، میں نے اس کو جنم دے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا:" اذهبي فأرضعيه حتى تفطميه "جاؤ، اسے دودھ پلاؤ حتی کہ تم اس کا دودھ چھڑا دو۔ جب اس نے اس کا دودھ چھڑا دیا تو بچے کو لے کر آپ کے پاس حاضر ہوئی، اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا، اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میں نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور اس نے کھانا بھی کھا لیا ہے۔ (ابھی اس کی مدت رضاعت باقی تھی۔ ایک انصاری نے اس کی ذمہ داری اٹھالی) تو آپ نے بچہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی (اس انصاری) کے حوالے کیا، پھر اس کے لیے (گڑھا کھودنے کا) حکم دیا تو سینے تک اس کے لیے گڑھا کھودا گیا اور آپ نے لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے اسے رجم کر دیا۔[18] اس کا مطلب یہ ہے کہ جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے بچے کو تحفظ دیا اور اس کے تحفظ کی حد تک ماں کو بھی سہولت دی ہے۔ لیکن ماں کے اس جرم کو معاف نہیں کیا ہے اور سزا دی ہے۔ اس لیے زچہ و بچہ دونوں کے لیے ایک جیسا سلوک اسلامی نقطہ نظر سے ٹھیک نہیں ہے۔

دفعہ نمبر26

اس دفعہ کی پہلی شق میں تعلیم کو بنیادی حق قرار دیا گیا ہے۔ مرد اور عورت دونوں کی تعلیم شرعی نقطہ نظر سے بھی بہت ضروری ہے کیونکہ معاشرے کو تعلیم یافتہ افراد کی ضرورت ہے۔ لیکن دونوں کی تعلیم حاصل کرنے کا مخلوط نظام تعلیم نہ ہو، عورت اور مرد دونوں ایک

18 ۔ مسلم بن الحجاج بن مسلم قشیری، الجامع الصحيح المسمى صحيح مسلم،كتاب الحدود،باب من اعترف على نفسه بالزنا،(قاہرہ:دار الجیل،ن،د)ج:5،ص:120،ح:4528۔

ساتھ بیٹھ کر تعلیم حاصل نہ کرتے ہو، کیونکہ جس تعلیم میں عورتوں کو مرد بنانے کی پوری صلاحیت موجود ہو تو نبی اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ "تین طرح کے افراد ایسے ہیں جو کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے" اور ان تینوں میں سے ایک" والرجلة من النساء"[19] یعنی عوتوں میں سے مرد۔ تو آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ عوتوں میں سے مرد کون لوگ مراد ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ" التي تشبه بالرجال"[20] یعنی وہ عورت جو مردوں کی مماثلت اختیار کرے"

دفعہ نمبر28

"ہر شخص ایسے معاشرتی اور بین الاقوامی نظام میں شامل ہونے کا حق دار ہے جس میں وہ تمام آزادیاں اور حقوق حاصل ہو سکیں جو اس اعلان میں پیش کر دیے گئے ہیں"

اقوام متحدہ کے اس دفعہ میں ہر شخص کو معاشرتی نظام میں شامل ہونے کا حق دار قرار دیا گیا ہے۔ معاشرتی نظام میں چلنا پھرنا، کھیل کھود، سیر وسیاحت اور دوست بنانا وغیرہ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ اقوام متحدہ کے اس دفعہ کو اگر دیکھا جائے تو اس میں معاشرتی نظام کے مذکورہ چیزوں میں مرد وزن کے مابین مساوات ہیں۔ یعنی ملنے جلنے میں مرد وزن برابر ہیں، حتیٰ کہ ایک دوسرے سے ملنے جلنے میں کوئی قباحت نہیں اگر چہ مرد وزن ایک دوسرے کے لیے نامحرم کیوں نہ ہوں۔ اس طرح کھیل کھود میں مرد اور عورت ایک دوسرے سے کھیلتے ہیں، اگرچہ کہ نامحرم ہوں، مرد اور عورت ایک دوسرے کے ساتھ سیر وسیاحت کے لیے جاتے ہیں، اگرچہ کہ نامحرم ہوں، مرد اور عورت ایک دوسرے کے ساتھ دوستی بناتے ہیں، اس طرح دیگر معاشرتی نظام میں معاملات ہوتے ہیں، لیکن اقوام متحدہ کی طرف سے ان سب کو اس طرح معاملات کرنے کا بنیادی حق دیا گیا ہے۔

اسی طرح بین الاقوامی سطح پر کھیل، ایک ملک سے دوسے ملک کو سفر کرنا مثلاً غیر محرم کے ساتھ حج کو جانا وغیرہ شامل ہیں۔ ان سب چیزوں میں اقوام متحدہ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں، کہ مرد وزن ایک دوسرے سے ملیں، کھیلیں، دوستی بنائیں وغیرہ وغیرہ بلکہ اُن کے بنیادی حقوق شمار کرکے ان کی ذمہ داری لی ہے۔

اقوام متحدہ نے مرد وزن دونوں کے لیے یہ حقوق متعین کرکے آزادی دی ہے، لیکن اسلام میں اس طرح کی آزادی کی اجازت نہیں ہے۔ اسلام نے مرد وزن کے میل ملاپ کو ناجائز اور حرام کیا ہے کہ ایک عورت نامحرم کے ساتھ سفر نہیں کر سکتی، حج کے کیلئے نہیں جا سکتی حتیٰ کہ اگر کوئی بہت ضروری کام نہ ہو تو بات بھی نہیں کر سکتی، ہاں اگر کوئی ضرورت ہو یا کسی مسئلے کے بارے میں پوچھنا ہو تو اس کی بھی حدود مقرر

19۔ نور الدين علي بن ابی بکر ہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، كتاب النكاح،باب فيمن يرضى لأهله بالخبث(بیروت:دار الفکر، ،ج:4،ص:599،ح:7722۔

20۔ ہیثمی،مجمع الزوائد ومنبع الفوائد(مصر:دار القلم،2015)،ح:2354۔

ہیں۔ اقوام متحدہ کی کھلم کھلا آزادیاں نہ صرف انسان کے لیے نقصان دہ ہیں، بلکہ نسل انسانی کی تباہی بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ﴾[21] "نبی ﷺ کی بیویوں سے اگر تمہیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو"

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول للہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: " إياكم والدخول على النساء . فقال رجل من الأنصار يا رسول الله أفرأيت الحمو ؟ قال الحمو الموت"[22] "اپنے آپ کو تنہا (نامحرم) عورتوں کے پاس جانے سے بچاؤ۔ انصار سے ایک آدمی نے سوال کیا کہ یا رسول للہ! دیور کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ دیور تو موت ہے"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ " لا يخلون رجل بامرأة إلا مع ذي محرم) . فقام رجل فقال يا رسول الله امرأتي خرجت حاجة واكتتبت في غزوة كذا كذا قال (ارجع فحج مع امرأتك)"[23] "محرم کے سوا کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ بیٹھے، اس پر ایک صحابی نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ میری بیوی حج کرنے گئی ہے اور میرا نام فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ پھر تو واپس جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر"

دفعہ نمبر29:

اس دفعہ کی دوسری شق میں ہے کہ " اپنی آزادیوں اور حقوق سے فائدہ اُٹھانے میں ہر شخص صرف ایسی حدود کا پابند ہو گا، جو دوسروں کی آزادیوں اور حقوق کو تسلیم کرانے اور ان کا احترام کرنے کی غرض سے، یا جمہوری نظام میں اخلاق، امن عامہ اور عام فلاح و بہبود کے مناسب لوازمات کو پورا کرنے کے لیے قانون کی طرف سے عائد کیے گئے ہیں"

میرا جسم میری مرضی: ایک تجزیہ

اقوام متحدہ کے منشور کی اس شق کے تناظر میں "میرا جسم میری مرضی" کا نعرہ لگانے والوں کو اگر دیکھا جائے، کہ کیا عورتیں اپنے حقوق حاصل کرنے میں مردوں کے حقوق پامال کر رہی ہیں یا نہیں؟ اور جو عورتیں "عورت مارچ" میں شریک ہوتی ہیں، کیا وہ قوم کی ثقافت کی خلاف ورزی نہیں کر رہی ہیں؟

عورت مارچ میں جو عورتیں ان چند حقوق کا مطالبہ کر رہی ہوتی ہیں، تو در اصل وہ عورتیں اس مطالبہ کے تناظر میں بہت سارے مردوں کے حقوق کو بھی پامال کر رہی ہوتی ہیں، مثال کے طور پر ان کے لگائے گئے نعرے "کھانا خود گرم کر لو" کے اندر وہ اپنی گھریلو ذمہ داریوں سے دستبرداری کا اعلان کرتی ہیں۔ یہ تو نہ اسلامی آداب کے موافق ہے اور نہ ہی اسلامی ثقافت کے، کیونکہ معاشرتی نظام میں ہر انسان دوسرے کا محتاج ہے، اور ایک دوسرے کے تعاون سے معاشرہ قائم رہتا ہے، تو اس مقصد کے حصول کے لیے اسلام کی تعلیمات بھی یہی ہیں کہ ایک دوسرے سے نیکی اور اچھے کاموں میں تعاون کریں اور کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کی توہین اور تحقیر نہیں کرے گا۔ عورت کی

21۔ القرآن، 53:33۔

22۔ بخاری، الجامع الصحیح، كتاب النكاح، باب لا يخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم والدخول على المغيبة 2005، ح:4934۔

23۔ بخاری، الجامع الصحیح، ح:4935۔

عزت اس کے پردے اور اس کی ذمہ داری گھر کے چار دیواری کے اندر ہے۔ لہٰذا اس حدیث کی روشنی میں جو کہ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا" المسلم أخو المسلم لا يظلمه ولا يخذله ولا يحقره" کہ مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اس پر ظلم کرے گا نہ توہین اور تحقیر کرے گا" اس کے بعد فرماتے ہیں کہ" بحسب امرئ من الشر أن يحقر أخاه المسلم كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه"[24] "کسی آدمی کے بُرے ہونے کے لیے یہی کافی ہے، کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کی تحقیر کرے، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان بھائی کا خون، مال اور عزت حرام ہیں" جبکہ اس ملین مارچ میں عورتیں اپنے حقوق کے مطالبے کے تناظر میں اپنے خاوند سمیت تمام مردوں کی تحقیر و تذلیل کرتی نظر آتی ہیں۔

خلاصہ:۔

- عزت و تکریم ہر انسان کی ضروری ہے، لیکن مجرم اور بے قصور ہر گز برابر نہیں۔
- بالغ مردوں اور عورتوں کی شادی میں رنگ، نسل اور قومیت کا فرق نہیں ہو گا، اور اسلامی احکام کو مد نظر رکھ کر شادی ہو گی۔ فسخ نکاح کے معاملے میں دونوں برابر نہیں بلکہ ایک کا حق طلاق ہے جبکہ دوسرے کا خلع۔
- ہر انسان کو آزادی فکر، آزادی ضمیر اور آزادی مذہب ہے لیکن اس آزادی سے کسی دوسرے کو تکلیف نہیں ہو گی اور نہ کسی کی حق تلفی ہو گی۔
- چارٹر میں جتنی آزادیاں ہیں، سب محدود کئے گئے ہیں۔

مغربی ممالک میں آزادی کے حوالے سے حدود و قیود

کوئی بھی معاشرہ قانون اور ضابطوں سے خالی نہیں سکتا، مغربی ممالک کے قوانین انسان کے خود بنائے ہوئے ہیں، ان قوانین میں انسان کو کچھ آزادی دی گئی ہے، اور کچھ پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ ہر ایک ملک نے اپنی ملکی حالت کے مطابق اپنے قوانین بنائے ہیں۔ لہٰذا اس فصل میں مغربی ممالک میں آزادی کے حوالے سے حدود و قیود زیر بحث ہوں گی، اور کچھ مغربی ممالک کے قوانین ذکر ہوں گے۔

فرانس کا قانون: بالعموم یورپ میں انسانی حقوق کا چلن ہے، اور انہوں نے انسانی حقوق کو اپنے قانونی نظام کا حصہ بنا دیا ہے، مثلاً فرانس کے قانونی نظام کے (Declaration of the rights of Men and of the citizen)[25] جس کو ایک سیاسی مفکر عمانویل سییس نے ۱۷۸۹ء میں تیار کیا تھا۔ اسے ۱۷۹۱ء میں فرانسیسی آئین کے دیباچے میں درج کیا گیا ہے۔

24۔ مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، كتاب البر و الصلة و الآداب، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، ج:8، ص:10، ح: 6706۔

25۔ وکی پیڈیا، حقوق انسانی و شہری، رسائی: 17 جنوری، 2022،

https://ur.wikipedia.org/wiki/اعلان_حقوق_انسانی_و_شہری#cite_ref-1

اس میں تمام انسانوں کے لیے مساوی ہونے، عوام کے اقتدار اعلیٰ اور آزادی، جائیداد اور تحفظ ذات کے بارے میں فرد کے غیر انتقال پذیر حقوق کا ذکر ہے۔ تو اس دستور کے مد نظر فرانس میں انصاف کا حق، سیاست شہری معاشرہ میں شریک ہونے / رہنے کا حق (Right of participation in civil society)، مثلاً سیاسی وابستگی کا حق، جلسہ کرنے کو حق، کسی فیصلے کے حوالے سے قانونی درخواست دائر کرنے کا حق (The right of petition)، اپنی حفاظت کا حق، ووٹ ڈالنے کا حق۔ اس کے علاوہ جو حقوق باقی منظور شدہ چارٹروں میں بن گئے ہیں، مثلاً معیشت کا حق، ثقافتی حق، معاشرتی حقوق وغیرہ بھی اس میں شامل ہیں۔[26]

امریکہ کا قانون: امریکہ کے قانون "انسان کے حقوق اور فرائض کا امریکی اعلامیہ" (American Declaration of the rights and duties of men) یہ (Bogota Declaration) کے نام سے مشہور ہے۔ یہ دستور مذہب کی آزادی (Freedom of religion)، اظہار رائے کی آزادی (Freedom of expression) اور تمام انسانوں کی مساوات کی ضمانت دیتا ہے۔[27]

برطانیہ کا بل آف رائٹس: برطانیہ کا بل آف رائٹس (Bill of rights 1689) اور اس کا آئین فکری آزادی، اظہار رائے کی آزادی، جلسہ کی آزادی اور مذہب کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔[28]

کینیڈا کا قانون: کینیڈا کے جدید انسانی حقوق کے نظام کی آئینی بنیاد کا کینیڈین چارٹر آف رائٹس اینڈ فریڈمز (Canadian charter of rights and freedoms of 1982)۔ یہ چارٹر اظہار رائے کی آزادی، مذہب کی آزادی، انجمن اور پُر امن اسمبلی اور انتخابات میں شرکت وغیرہ کی ضمانت دیتا ہے۔[29]

آسٹریلیا کا قانون: آسٹریلیا کا قانونی نظام آزادی مذہب، آزادی اظہار رائے اور تحریر و تقریر کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے۔[30]

اسپین کے قانون: اسپین کے قانونی نظام آزادی مذہب، آزادی اظہار رائے اور صحافت کی ضمانت دیتا ہے۔[31]

26۔ وکی پیڈیا، فرانس میں انسانی حقوق، رسائی: 13 نومبر 2022
https://en.wikipedia.org/wiki/Human_rights_in_France 13/01/2022 4:50pm.

27۔ وکی پیڈیا، امریکہ میں انسانی حقوق، رسائی: 13 نومبر 2022
https://en.wikipedia.org/wiki/Human_rights_in_the_United_States#Freedoms

28۔ وکی پیڈیا، برطانیہ میں انسانی حقوق، رسائی: 13 نومبر 2022
https://london.ac.uk/courses/european-convention-human-rights?gclid=CQAvD_BwE&gclsrc=aw.ds

29۔ وکی پیڈیا، کینیڈا میں انسانی حقوق، رسائی: 13 نومبر 2022
https://en.wikipedia.org/wiki/Human_rights_in_Canada#Freedoms

30۔ وکی پیڈیا، آسٹریلیا میں انسانی حقوق، رسائی: 13 نومبر 2022
https://www.constituteproject.org/constitution/Australia_1985.pdf?lang=en

31 ۔ وکی پیڈیا، سپین میں انسانی حقوق، رسائی: 13 نومبر 2022
https://www.constituteproject.org/constitution/Spain_2011.pdf?lang

مغربی ممالک نے اپنے قوانین اور آئین میں جتنی بھی آزادیاں دی ہیں، تو اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اس کی حدود بھی مقرر کی ہیں۔ مثلاً Charter of Fundamental Rights of the EU کے عنوان Prohibition of Abuse of rights کی رو سے چارٹر میں دیے گئے حقوق کے غلط استعمال سے منع کیا گیا ہے۔

اس چارٹر میں موجود کسی شق کی اس طرح سے تشریح نہیں کی جاسکتی جس کے نتیجے میں کسی حق کو بایں طور استعمال کیا جائے یا کوئی ایسا فعل کیا جائے جس کا مقصد اس چارٹر میں دیے گئے حقوق اور آزادیوں کی خلاف ورزی یا ان کی معینہ حدود میں توسیع ہو۔

فرانس کے دستور کے آرٹیکل نمبر ۱۰ اور ۱۱ میں جو بھی آزادی دی گئی ہے۔ تو اسے محدود کیا گیا ہے کہ کوئی بھی اپنی ذاتی رائے یا مذہب سے پریشان نہیں کیا جاسکتا، لکھنے، بولنے اور شائع کرانے کی جتنی بھی آزادی ہوگی یہ سب قانونی اعتبار سے غلط استعمال کے مترادف نہ ہو۔

اسپین کے قانونی نظام میں میں بھی آزادیوں کو محدود کیا گیا ہے:

"These freedoms are limited by respect for the rights recognized in this Part, by the legal provisions implementing it, and especially by the right to honor, to privacy, to the own image and to the protection of youth and childhood.[32]"

”یہ آزادیاں اس حصے میں تسلیم شدہ حقوق کے احترام، اس پر عمل درآمد کرنے والی قانونی دفعات، اور خاص طور پر عزت کے حق، رازداری، اپنی تصویر اور جوانی اور بچپن کے تحفظ تک محدود ہیں۔“

یہ مغربی ممالک کی مثالیں پیش کی گئیں جہاں انسان کو مکمل آزادی بھی دی گئی ہے اور ساتھ ساتھ اس آزادی کا دائرہ بھی متعین کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اگر کوئی متعین دائرہ سے تجاوز کرتا ہے۔ اور اپنی آزادی میں کسی دوسرے انسان کو تکلیف پہنچاتا ہے، حق تلفی کرتا ہے تو وہاں حق ختم ہو جاتا ہے اور پھر اُسے انسان کی آزادی نہیں۔ بلکہ قانون کی خلاف ورزی شمار کیا جاتا ہے۔

اقوام متحدہ کا جولائی ۲۰۱۱ء کا اکثر ممالک کا توہین مذہب (Defamation of religion) کے حوالے سے متفقہ فیصلہ ہے کہ:

“Prohibitions of displays of lack of respect for a religion or other belief system, including blasphemy laws, are incompatible with the Covenant.”[33]

”توہین مذہب کے قوانین سمیت کسی مذہب یا دیگر عقائد کے نظام کے لیے احترام کی کمی کو ظاہر کرنے کی ممانعت عہد کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی“

32۔ وکی پیڈیا، سپین میں انسانی حقوق، رسائی: 13 نومبر 2022

org.translate.goog/wiki/Defamation_of_religion_and_the_United_Nations

33۔ منشور انسانی حقوق، اقوام متحدہ، 13 نومبر 2022 https://en-m-wikipedia-

خلاصہ

مغربی ممالک کے وہ قوانین جس میں مذہب کی آزادی، اظہار رائے کی آزادی، صحافت کی آزادی، جلسہ کی آزادی اور انجمن وغیرہ کی آزادی ہے لیکن محدود ہے، مکمل آزادی نہیں ہے، جہاں بھی کسی کی حق تلفی ہوتی ہے یا دوسرے کو تکلیف ہوتی ہے، تو پھر یہ آزادی قانون کی خلاف ورزی شمار ہوتی ہے۔

شرعی جائزہ:

اسلام نے عورت کو ایک محترم ومکرم ہستی کا درجہ دیا ہے، جیسا کہ شریعت نے ماں، بہن، بیٹی اور بیوی کے روپ میں الگ الگ رشتے بنائے ہیں، اور ان کے حقوق بھی متعین کیے، اور مردوں سے اس سلسلہ میں پرزور اپیل کی ہے، کہ وہ ان کے حقوق کو ادا کریں اور ان میں کوتاہی کرنے والے کو مجرم قرار دیا، عورت کی کامیابی اور سربلندی کے تمام راستے اسلام نے متعین کر دیے ہیں۔

عورتوں کے ان تنظیموں کے مطالبات کہ دونوں (مرد اور عورت) کے ساتھ ایک جیسا سلوک ہونا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اخلاقی میدان میں دونوں کو برابر پیدا کیا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:﴿ أَنِّي لَا أُضِيعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ﴾[34]"میں تم میں سے کسی کا عمل ضائع کرنے والا نہیں ہوں۔ خواہ مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے کے ہم جنس ہو" جو نیکی مرد کمائے گا، عورت کے لیے بھی وہی ہے، اور جو غلط کام کرے گا اس کا وبال اُسی پر ہوگا چاہے، مرد ہو یا عورت۔ ایک ہی باپ کے نطفے سے بیٹا بھی ہے اور بیٹی بھی، ایک ہی ماں کے رحم میں سے بیٹا بھی پیدا ہوا اور بیٹی بھی تو پھر اونچ نیچ کیسے ہو سکتی ہے؟ ان سطحوں پر مساوات مرد و زن میں سے قرآن سب سے زیادہ مدعی ہے۔ لیکن ذمہ داریاں معاشرے میں کیا ہوں گی؟ دونوں کا دائرہ عمل کیا ہو گا؟ ان کی جسمانی و نفسیاتی ساخت کے اعتبار سے ان کے فرائض۔ اس لیے عمارت کی بنیاد جو ایک خاندان کو چلائے گی تو اس کا جو قوام و حاکم ہو گا، وہ صرف مرد ہو گا عورت نہیں ہو گی۔

آزادی کا مطالبہ

ان تنظیموں کا جو دوسرا مطالبہ ہے وہ عورت کی آزادی کا ہے۔ کہ انہیں ہر قسم کی آزادی دی جائے، جس طرح کی آزادی مردوں کو دی گئی ہے، کہ ہر ایک مرد دوسرے مرد سے آزاد ہے، اسی طرح عورت بھی آزاد ہونی چاہیے، کسی کا کوئی کام عورت پر نہ ہو۔ مغرب سے متاثر لوگ کہتے ہیں کہ اسلام نے بھی عورتوں کو آزادی دی ہے، تو مسلمان کیوں نہیں دیتے؟ اس قسم کے لوگوں نے غلط استدلال کیا ہے کیونکہ اس طرح کی آزادی اسلام نے عورت کو ضرورت اور انتہائی حاجت کے وقت دی ہے، مغرب سے متاثر شدہ لوگوں نے ضرورت کے وقت کی اجازت کو مقدمہ بنا کر کہتے ہیں کہ اسلام نے بھی عورت کو آزادی دی ہے۔

---

34 ۔ القرآن، 195:3

طبیعت حیوانیہ، خلقت انسانی کی تہہ میں زمین اور بنیاد کے طور پر ہے، اور اس زمین پر انسانیت کی عمارت قائم کی گئی ہے۔ انسان کے انفرادی وجود اور اس کی نوع ہستی، دونوں کو باقی رکھنے کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہے ان میں سے ہر ایک کی خواہش اور ہر ایک کے حصول کی استعداد اللہ تعالیٰ نے ان کی انسانی فطرت میں رکھ دی ہے اور فطرت کا مقصد قطعاً یہ نہیں کہ کسی کی خواہش کو پورا نہ کیا جائے یا جو بھی استعدادات اللہ کی طرف سے موہوب شدہ ہیں، ان کو بالکل ختم اور فنا کیا جائے۔ کیونکہ یہ سب چیزیں انسان کی بقاء کے لئے ضروری ہیں۔ البتہ فطرتِ حق یہ نہیں چاہتی کہ انسان نرا حیوانی طریقہ اختیار کرے بلکہ انسان اور حیوان میں کائنات کی ان چیزوں سے فائدہ اُٹھانے میں فرق ہو۔ اسی غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے حدود مقرر کی ہیں تاکہ انسان کے افعال کو ایک ضابطہ کا پابند بنایا جائے اور افراط و تفریط کا طریقہ اختیار نہ کرے۔

اسلام نے مرد کو فوقیت کا درجہ دیا ہے اور خاندان میں اس کی حیثیت قوام کی بنائی ہے یعنی وہ خاندان کا حاکم، محافظ، اخلاق اور معاملات کا نگران ہے۔ اس کی بیوی اور بچوں پر اس کی اطاعت فرض ہے، جبکہ دین اور شریعت کے خلاف نہ ہو اور اس پر خاندان کے لیے روزی کمانے اور ضروریات زندگی فراہم کرنے کی ذمہ داری ہے۔﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾[35]"مرد عورتوں پر قوام ہیں اس فضیلت کی بنا پر جو اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر عطا کی ہے اور اس بنا پر کہ وہ ان پر (مہر و نفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔"

الرجل راع على أهله وهو مسؤول۔"مرد اپنے بیوی بچوں پر حکم ران ہے اور اپنی رعیت میں اپنے عمل پر وہ خدا کے سامنے جواب دِہ بھی ہے"إن المرأة إذا خرجت من بيتها وزوجها كاره لذلك لعنها كل ملك في السماء وكل شيء تمر عليه غير الجن والإنس حتى ترجع۔"جب عورت اپنے شوہر کی مرضی کے خلاف گھر سے نکلتی ہے، تو آسمان کا ہر فرشتہ اس پر لعنت بھیجتا ہے اور جن و انس کے سوا ہر وہ چیز جس پر سے وہ گزرتی ہے پھٹکار بھیجتی ہے، تاوقتیکہ وہ واپس نہ ہو" مولانا تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ:"فقہاء نے یہ قانون بھی لکھا ہے کہ اگر شوہر عورت سے یہ کہہ دے کہ تم گھر سے باہر نہیں جا سکتی۔ اور اپنے عزیز و اقارب سے ملنے نہیں جا سکتی۔ حتیٰ کہ اس کے والدین سے بھی ملنے کے لیے جانے سے منع کر دے، تو عورت کے لیے ان سے ملاقات کے لیے بھی گھر سے باہر جانا جائز نہیں"[36] یہ مرد کی قوامیت اور حاکمیت ہیں کہ عورت اس کی نگہبانی میں ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ نسوانیت زن (عورت کا عورت پن) کی حفاظت پردہ سے ہو سکتی ہے نہ تعلیم قدیم سے اور نہ تعلیم جدید سے بلکہ صرف (مرد) اس کی نسوانیت کی حفاظت کر سکتا ہے۔ جس قوم نے اس کو نہ سمجھا وہ بہت جلد تباہ ہو جائے گی۔ یورپ نے بحیثیت مجموعی اس نکتہ کو فراموش کر دیا ہے۔ وہاں آزادی نسواں کا مفہوم یہ ہے کہ عورت خود اپنی نسوانیت کی حفاظت کر سکتی ہے۔ حالانکہ حفاظت کا یہ مفہوم خلافِ فطرت ہے، اس لیے یورپ کا معاشرتی نظام بالکل تہہ و بالا ہو چکا ہے اور عنقریب جو حال رومۃ الکبری کا ہوا تھا، وہی اس مہذب خطۂ ارض کا ہونے والا ہے۔ دین اسلام نے مرد کو اپنے گھر کا قوام بنایا ہے اپنی بیوی بچوں کا نگران بنایا ہے تو اس کو حکم دیا گیا ہے کہ

35۔ القرآن،34:4

36۔ محمد تقی عثمانی، بیوی کے حقوق اور اس کی حیثیت، (کراچی: میمن اسلامک پبلشرز، 2019)، ص16۔

اپنی قوامیت کا غلط فائدہ اُٹھا کے کسی پر ظلم و جبر نہ کرو ۔﴿وَ الّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ-فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا﴾[37]"اور جن بیویوں سے تمہیں سرکشی و نافرمانی کا خوف ہو انہیں نصیحت کرو،(نہ مانیں تو)خواب گاہوں میں ان سے ترکِ تعلق کرو،(پھر بھی باز نہ آئیں تو)مارو۔پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں، تو ان پر زیادتی کرنے کے لیے کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو

عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کے بارے میں مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ "تم خواتین کے ساتھ "معروف "یعنی نیکی کے ساتھ، اچھا سلوک کرکے زندگی گزارو، ان کے ساتھ اچھی معاشرت برتو، ان کو تکلیف نہ پہنچاؤ، یہ عام ہدایت ہے"[38]

دین اسلام میں عورت کا درجہ بہت اعلیٰ ہے۔اسلام نے عورت کو گھر کی ملکہ بنایا ہے اور روزی کمانے کی ذمہ داری اس کے شوہر کے کندھوں پر ڈالی ہے شوہر اپنے مال سے اس گھر کا نظام چلائے گا۔شریعت نے عورت کو گھر کا امین فرد بنایا ہے، نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ:" والمرأة راعية على بيت زوجها وهي مسؤولة"۔"عورت اپنے شوہر کے گھر کی حکمران ہے اور وہ اپنی حکومت کے دائرہ میں اپنے عمل کے لیے جواب دہ ہے"اور عورت کو باہر کی تمام ذمہ داریوں سے بری کر دیا ہے۔مثلاً

- نماز جمعہ عورت پر واجب نہیں۔" الجمعة حق واجب على كل مسلم في جماعة إلا أربعة عبد مملوك أو امرأة أو صبي أو مريض"[39]
- اس کے لیے جنازوں کی شرکت بھی ضروری نہیں، بلکہ اس سے روکا گیا ہے۔" نهينا عن اتباع الجنائز ولم يعزم علينا"[40]
- اسے محرم کے بغیر سفر کرنے کی بھی اجات نہیں دی گئی۔"لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر أن تسافر سفرا يكون ثلاثة أيام فصاعدا إلا ومعها أبوها أو أخوها أو زوجها أو ابنها أو ذو محرم منها"[41]

ضروری پابندیاں:

اسلام نے بالغہ لڑکی کو اپنے ذاتی معاملات میں کافی آزادی بخشی ہے۔مگر اتنی بھی آزادی نہیں دی، کہ جس طرح ایک بالغ لڑکے کو دی ہے۔مرد اپنے اختیار سے جہاں بھی جاتا ہے، جا سکتا ہے، لیکن عورت خواہ کنواری ہو یا شادی شدہ یا بیوہ، ہر حال میں اس کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری ہے۔مرد کو اپنے نکاح کے معاملے میں پوری آزادی حاصل ہے۔مسلمان یا کتابیہ عورتوں میں سے جس کے ساتھ چاہے وہ نکاح کر سکتا ہے اور لونڈی بھی رکھ سکتا ہے، لیکن عورت اس معاملہ میں کلیۃً خود مختار نہیں ہے۔

37۔ القرآن،34:4

38. عثمانی، بیوی کے حقوق اور اس کی حیثیت، ص16۔

39۔ سلیمان بن الأشعث أبو داود سجستانی، سنن أبي داود،(بيروت: دار الفكر)، باب الجمعة للمملوك والمرأة،ج:1،ص:347،ح:1067

40 ۔ بخاری، الجامع الصحيح، باب اتباع النساء الجنائز،ج:1،ص:429،ح:1219

41۔ابو عیسی،سنن الترمذي،: ،باب ما جاء في كراهية أن تسافر المرأة وحدها،ج:4،ص:401،ح:1089

عورت کے حقوق:

اسلام نے جو حقوق دیے ہیں وہ انسانوں کی فطرت پر مبنی ہیں۔ مرد کو اللہ نے قوت اور طاقت دی بخشی ہے۔ اب مرد اسے منفی بھی استعمال کر سکتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے تین باتوں کو ملحوظ رکھا ہے۔

1. ایک یہ کہ مرد کو جو حاکمانہ اختیارات محض خاندان کے نظم ضبط کی خاطر دیے گئے ہیں ان سے ناجائز فائدہ اُٹھا کر یہ ظلم نہ کر سکے۔
2. دوسرا یہ کہ عورت کو ایسے تمام مواقع بہم پہنچائے جائیں، جن سے فائدہ اُٹھا کر وہ نظام معاشرت کی حدود میں اپنی فطری صلاحیتوں کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے سکے اور تعمیر تمدن میں اپنے حصے کا کام بہتر طریقے سے انجام دے سکے۔
3. تیسرا یہ کہ عورت کے لیے ترقی اور کام یابی کے بلند سے بلند درجوں تک پہنچنا ممکن ہو، مگر اس کی ترقی اور کام یابی جو کچھ بھی ہو عورت ہونے کی حیثیت سے ہو۔ مرد بننا تو اس کا حق ہے، نہ مردانہ زندگی کے لیے اسے تیار کرنا اس کے لیے اور تمدن کے لیے مفید ہے اور نہ مردانہ زندگی میں وہ کام یاب ہو سکتی ہے۔

تمدنی حقوق:

1. نکاح میں اصل لڑکی کی رضامندی اور ولی کی حاضری ضروری ہے۔ لڑکی کی مرضی کے خلاف اور رضامندی کے بغیر کوئی شخص اس کا نکاح نہیں کر سکتا اور خود اپنی مرضی سے کسی مسلم سے نکاح کرنے سے اسے کوئی نہیں روک سکتا۔ البتہ شوہر اس کی خاندانی حیثیت کے برابر ہو ورنہ اولیاء کو اعتراض کا حق حاصل ہے۔
2. ایک ناپسندیدہ یا ظلم یا ناکارہ شوہر کے مقابلے میں عورت کو خلع اور فسخ و تفریق کے وسیع حقوق دیے گئے ہیں۔
3. شوہر کو بیوی پر جو اختیارات اسلام نے عطا کیے ہیں، ان کے استعمال میں جن سلوک اور فیاضانہ برتاؤ کی ہدایت کی گئی ہے، ان کے متعلق قرآن مجید کا ارشاد ہے۔﴿ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ﴾[42]"عورتوں کے ساتھ نیکی کا برتاؤ کرو" اس آیت کی مزید تشریح کے لیے نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ۔﴿فاتقوا الله فى النساء فإنكم أخذتموهن بأمان الله واستحللتم فروجهن بكلمة الله﴾[43] پس عورتوں کے بارے میں خدا سے ڈرو کیونکہ تم نے انہیں خدا کی امان میں رکھا اور خدا کے کلام سے ان کی شرمگاہوں کو حلال کر دیا" اور دوسری حدیث "خيركم خيركم لنسائه و لبناته"[44] تم میں سے اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں اور بیٹیوں کے ساتھ اچھے ہیں"

42۔ القرآن،19:4

43۔ مسلم، ،الجامع الصحیح المسمی صحیح،باب حجة النبی،ج:4،ص39،ح:3009

44 ۔ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی،شعب الإيمان، الستون من شعب الإيمان و هو باب في حقوق الأولاد والأهلين،(بیروت:دار الكتب العلمية)،ج:6،ص:415،:8720

4. بیوی اور مطلقہ عورتوں اور ایسی تمام عورتوں کی جن کے نکاح ازروئے قانون فسخ کیے گئے ہوں یا جنہیں حکم تفریق کے ذریعہ سے شوہر سے جدا کیا گیا ہو نکاح ثانی کا غیر مشروط حق دیا گیا ہے اور اس امر کی تصریح کر دی گئی ہے کہ ان پر اور یورپ کے بیشتر ممالک میں بھی عورت کو نہیں ملا۔

تعلیمی مساوات:

عورتوں کے مطالبات میں سے ایک مطالبہ تعلیم کا بھی تھا۔ دین اسلام نے عورتوں کو دینی اور دنیوی دونوں تعلیموں کو نہ صرف سیکھنے کی اجازت دی ہے بلکہ ان کی تعلیم و تربیت کو اتنا ضروری قرار دیا ہے جس طرح مردوں کی تعلیم و تربیت کو ضروری قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے جس طرح مرد دین اور اخلاق کی تعلیم حاصل کرتے تھے اسی طرح عورتیں بھی حاصل کرتی تھیں۔ بلکہ آپ ﷺ جس طرح مردوں کی مجالس قائم کر کے ان کو دین اور اخلاق سکھاتے تھے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی آپ ﷺ نے اوقات مخصوص کر رکھے تھے اور ان کو دین اور اخلاق سکھاتے تھے۔ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اور خاص طور پر حضرت عائشہؓ عورتوں کی، بلکہ مردوں کی بھی معلمہ تھیں۔ کبار صحابہ اور اشراف کی بات تو الگ ہے نبی کریمؐ نے تو لونڈیوں تک کو علم اور ادب سکھانے کا حکم دیا تھا، چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:" أيما رجل كانت عنده وليدة فعلمها فأحسن تعليمها وأدبها فأحسن تأديبها ثم أعتقها وتزوجها فله أجران"[45] جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اسے خوب تعلیم دے اور عمدہ تہذیب و شائستگی سکھائے پھر اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے اس کے لیے دوہرا اجر ہے۔

پس جس مطلق تعلیم و تربیت کا تعلق ہے وہ مرد اور عورت دونوں کے لیے ایک جیسا ہے، اس میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ نوعیت میں فرق ہے کہ عورت کو ایسی تعلیم و تربیت دی جائے جو اُس کو ایک بہترین ماں، بیٹی اور گھر والی بنائے، اس کا دائرہ عمل گھر ہو، اس کے علاوہ وہ علوم جو انسان کو انسان بنانے والے اور نظر کو وسیع کرنے والے ہو، اس کی بھی دین اسلام نے اجازت دی ہے، لیکن اس تعلیم کی اسلام نفی کرتا ہے، جو انسان کو انسانیت کے درجہ سے گرا کر حیوانیت کے درجہ میں ڈال دیتی ہے، جو عورت کو عورت کے درجہ سے ہٹا کر مرد بناتی ہے، جس میں مردوزن کا پتہ نہیں چلتا، اس لیے اسلام نے مخلوط تعلیم کا رد کیا ہے۔[46]

شادی سے آزادی:

عورتوں کے مطالبات میں سے ایک مطالبہ شادی سے آزادی ہونے کا ہے۔ اور شادی کو ایک جیل کی طرح بلکہ ذلت و رسوائی سمجھتی ہیں، کہ ہم کسی مرد کے حکم کے نیچے زندگی نہیں گزار سکتیں۔ لہٰذا زوجیت اور شادی کا اساسی مفہوم سمجھنا ضروری ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:﴿ وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴾[47]"اور ہر چیز کے ہم نے جوڑے پیدا کیے"

45۔ بخاری، الجامع الصحيح، كتاب النكاح، باب اتخاذ السراري ومن أعتق جاريته ثم تزوجها، ج:5، ص1955، ح4795۔

46 ۔ ابو الاعلیٰ مودودی، پردہ، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، 2005:)، ص190-200۔

47 ۔ القرآن، 49:51۔

اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کائنات کی ہر چیز جوڑے کی شکل میں پیدا کی گئ ہے، ایک چیز میں فعل ہو اور دوسری چیز میں قبول وانفعال، ایک چیز میں اثر کرنے کی صفت پائی جاتی ہو اور دوسری چیز میں اثر قبول کرنے کی صفت پائی جاتی ہو۔ یہی فاعلیت و قابلیت کا تعلق دو چیزوں کے درمیان زوجیت کا تعلق ہے۔

خلاصۃ البحث:۔

میرا جسم میری مرضی "کا نعرہ پاکستان میں پہلی بار عورت مارچ کے دوران ۲۰۱۸ء میں لگایا گیا تھا۔ اس نعرہ کے پس پردہ محرکات میں سے ایک تنظیم "فیمنزم" (Feminism) ہے، جو کہ ۱۸۴۸ء میں حقوق نسواں کے حوالے سے وجود میں آئی تھی۔ دوسری تنظیم "ایمنسٹی انٹرنیشنل" ہے جو کہ ۱۹۶۱ء کو لندن میں وجود میں آئی اور یہ تنظیم عموماً انسانی حقوق کو اُجاگر کرنے کے لیے آواز اُٹھائی تھی، اور ان کا یہ بھی مطالبہ تھا، کہ تمام انسانوں کے ساتھ یکساں سلوک وبرتاؤ کیا جائے۔ ان دو تنظیموں نے عالمی سطح پر حقوق نسواں ومرداں کے مساوات کا مطالبہ کیا اور اپنا منشور پیش کیا۔ پاکستان میں حقوق نسواں کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ پاکستان کی تاریخ ہے اور جب اپوا (APWA) کی تنظیم ۱۹۴۹ء کو وجود میں آئی اور اس تنظیم کی پہلی صدر بیگم راعنا لیاقت علی خان کو منتخب کیا گیا۔ اس تنظیم کے وجود میں آنے کے بعد حقوق نسواں کے مطالبات روز بروز زور پکڑتے گئے پھر اس تناظر میں ایک اور تنظیم "عورت فاؤنڈیشن" کے نام سے وجود میں آئی جو تاحال پاکستان میں حقوق نسواں کے حوالے سے کام بھی کر رہی ہے اور وقتاً فوقتاً مہمات بھی چلاتی رہتی ہے۔

"میرا جسم میری مرضی "کا نعرہ لگانے سے اِن عورتوں کا مقصد اپنے حقوق مانگنے اور حاصل کرنے کا ہے، کہ عورت معاشرے کا ایک کمزور فرد سمجھا جاتا ہے، وہ مرد کے تحت زندگی گزارتی ہے، تعلیم میں دونوں یکساں نہیں، ملازمت میں مساوات نہیں حتی کہ معاشرے کا فرد شمار نہیں ہوتا۔ لہٰذا اگر جسم میرا ہے تو مرضی بھی میری چلی گی، میں جو چاہوں گی کروں گی، شادی پسند کی ہو تو کروں گی ورنہ نہیں، بچے پیدا کرنا میری مرضی ہے، چاہوں تو بچے پیدا ہوں گے ورنہ نہیں۔ یعنی زندگی میری ہے تو مرضی بھی میری ہوگی، کسی کے تحت میں زندگی نہیں گزارنا چاہتی۔

اس نعرہ کا مطلب مکمل آزادی ہے، دین سے آزادی، نکاح سے آزادی، باپ اور شوہر سے آزادی۔ کوئی باپ بیٹی کو اچھی بات نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ آزادی چاہتی ہے، کوئی شوہر اپنی بیوی سے نہیں پوچھ سکتا کہ آج گھر پر کیوں نہیں تھی؟ کیونکہ وہ آزادی چاہتی ہے۔ اگر کوئی لڑکی کسی لڑکے سے ناجائز تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے تو کوئی الزام نہ ہو کیونکہ وہ اس سے بھی آزادی چاہتی ہے۔ مختصراً یہ کہ عورتیں ایسی آزادیاں چاہتی ہیں کہ جن کی کوئی حدود نہ ہو۔

مکمل آزادی اسلامی نقطہ نظر سے بھی جائز نہیں ہے اور دنیا کے ممالک میں بھی نہیں۔ اقوام متحدہ نے اپنے منشور میں ہر قسم کی آزادی کی حد متعین کی ہے کہ فلاں دائرے میں آپ کی آزادی ہے، اور فلاں آپ کی آزادی کی آخری حد ہے۔ اس طرح ہمارے ملکی قانون میں بھی جو بھی آزادی ہے اسے امنِ عامہ یا مفادِ عامہ کے خلاف استعمال نہیں کیا جاسکتا۔ یعنی ہر ایک کی حد متعین ہے۔ مغربی ممالک

نے بھی جتنی آزادیاں دی ہیں اُن کی حدود متعین ہیں اور ایک خاص دائرے تک محدود ہیں۔ عورتیں جو نعرہ لگاتی ہیں کہ "میرا جسم میری مرضی" یہ نہ شرعاً درست ہے، نہ اقوام متحدہ کے منشور میں درست ہے، نہ ملکی دستور میں حتیٰ کہ کسی بھی ملک کے دستور میں۔ لہٰذا ان کا روک تھام بہت ضروری ہے ورنہ یہ معاشرے کے لیے تباہی کا سبب ہے۔

سفارشات

حکومت کے لیے:

"میرا جسم میری مرضی" کے بڑھتے ہوئے اس نعرے کے خطرات بھی وقت کے ساتھ ساتھ بڑھ رہے ہیں جسکی روک تھام ہم سب کے لیے ضروری ہے، بالخصوص حکومتی اداروں کی ذمہ داری زیادہ بنتی ہے کہ وہ اس ناسوز نعرے کا خاتمہ کریں، اس لیے کہ یہ نعرہ صرف معاشرے کے لیے ہی نہیں، بلکہ حکومتی سطح پر بھی ملکی قدر و قیمت اس کی وجہ سے تنزلی کا شکار ہے، اس لیے حکومت وقت سے اس بات کا تقاضا کیا جاتا ہے کہ وہ اس نعرے میں چھپے گھناؤنے خطرات کو سمجھتے ہوئے اس کی روک تھام کے لیے اقدامات کرے۔

علماء اور عوام کے لیے:

العلماء ورثة الأنبياء والی حدیث مبارکہ کے تحت جب بھی معاشرے میں فسادات کا دور شروع ہو جاتا ہے، تو اس کی روک تھام کے لیے علماء وقت کی ذمہ داری بڑھ جاتی ہے۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دیں۔ ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا﴾[48] اس آیت مبارکہ کے ذیل میں علماء وقت کی ہی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اپنی ذات کے ساتھ ساتھ اپنے اہل و عیال چاہے، وہ گھریلو سطح پر ہوں، ملکی سطح پر ہوں یا عالمی سطح پر ہوں ان سب کو جہنم کا ایندھن بننے سے بچائے رکھے جس کے لیے علماء وقت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی فرقہ واریت کو پس پشت ڈالتے معاشرے میں بڑھتے ہوئے اس نعرے کے خدشات کو اپنی علمی و فکری کوششوں سے اس بڑھتی ہوئی آگ کو بجھا ڈالیں ورنہ اس کے جو گھناؤنے خدشات و خطرات ہیں صرف ہم ہی نہیں بلکہ ہماری آنے والی نسل کو بھی اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ جب تک ایک چیز کے مثبت اور منفی پہلو کھل کر سامنے نہ آسکیں۔ اس لیے کہ جہاں حکومت وقت اور علماء کی ذمہ داری بنتی ہے وہیں پر عوام کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اس نعرے کے خدشات کو سمجھتے ہوئے کبھی بھی اس کا حصہ نہ بنیں۔

48۔ القرآن، 6:66